20

اگر موجودہ حالات ہم کو بیدار نہیں کر سکے تو کونسی چیز ہمیں بیدار کرے گی

(فرمودہ 18 جون 1948ء بمقام ناصر آباد سندھ)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"مَیں نے پچھلے سفر پر بھی جماعت کو اِس بات کی طرف توجہ دلائی تھی کہ ہماری زمینداریاں ملک کے کنارہ پر واقع ہیں اور ملکی حالات روز بروز زیادہ خراب ہو رہے ہیں۔ اس لیے ہمارے کارکنوں کو پوری طرح تیار ہو جانا چاہیے تا ان حالات کا مقابلہ کیا جا سکے۔ کم از کم بندوق کا چلانا ہر شخص کو سکھایا جائے مگر اس طرف کوئی توجہ نہیں کی گئی اور کسی قسم کی تیاری نہیں کی گئی۔ نہ تو بندوق چلانے کی کوئی ٹریننگ دی گئی ہے اور نہ ہی بندوقوں کا کوئی انتظام کیا گیا ہے۔ اگر فی سٹیٹ ایک ایک بندوق بھی ہوتی تو ہفتہ میں دو دفعہ تمام لوگوں کو اکٹھا کر کے ٹریننگ دی جا سکتی تھی۔ اگر اِس طرف تھوڑی سی بھی توجہ دی جاتی تو اب تک کافی آدمی تیار کیے جا سکتے تھے۔ لیکن اِس وقت ہمارے پاس سَو میں سے دس آدمی بھی ٹرینڈ نہیں۔ اگر ہم سو میں سے دس آدمی کو بھی ٹرینڈ کر لیتے تو وہ دس آدمی دوسرے نوّے آدمیوں کو تیار کر

سکتے تھے۔ اور یہ دس آدمی اگر مر جاتے تو دوسرے نوّے آدمیوں کو قدرتی طور پر یہ احساس ہو جاتا کہ ہمارے دس بہادر مر گئے ہیں ہمیں اُن کے نقشِ قدم پر چل کر بہادر بننا چاہیے۔ پھر یہ دس آدمی باقی نوّے آدمیوں کو بزدلی دکھانے سے بھی روک سکتے تھے کیونکہ بزدل آدمی اِسی خیال میں رہتا ہے کہ دوسرے بھاگیں تو وہ بھاگے۔ بھاگنے میں خود پہل نہیں کرتا۔ پھر بزدل بننے میں زیادہ ہمت کی ضرورت ہوتی ہے۔ بزدل بننے میں اپنی خودداری کو چھوڑنا پڑتا ہے، عزت و ناموس کو چھوڑنا پڑتا ہے، اپنی قوم کو چھوڑنا پڑتا ہے اور ایسا کرنے کے لیے زیادہ ہمت کی ضرورت ہوتی ہے، زیادہ طاقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اصل میں جو آدمی سب سے زیادہ بزدل ہوگا وہی سب سے زیادہ بہادر ہوگا کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ اگر اُس نے بزدلی دکھائی تو وہ اپنے رشتہ داروں کو منہ نہیں دکھا سکے گا، اپنے دوستوں اور واقف کاروں کو منہ نہیں دکھا سکے گا، وہ اپنے گاؤں کے رہنے والوں کو منہ نہیں دکھا سکے گا بلکہ وہ اپنے بچے کو بھی منہ نہیں دکھا سکے گا۔ وہ یہ سمجھتا ہے کہ اگر اُس نے بزدلی دکھائی تو یہ اُس کے لیے بدنامی کا موجب ہوگا، اُس کے خاندان کے لیے بدنامی کا موجب ہوگا۔ لیکن باوجود اِس کے وہ اپنی جان بچانے کی کوشش کرتا ہے۔ جس کے یہ معنے ہیں کہ ایک رنگ کی بہادری اُس میں بھی پائی جاتی ہے۔ بلکہ اپنے رنگ میں اُس کی بہادری بہت زیادہ ہے۔

پٹھانوں میں ہوا کا خارج ہونا بہت بُرا سمجھا جاتا ہے۔ پنجابی اِس کی پروا بھی نہیں کرتے۔ لیکن ایک پٹھان کی کسی مجلس میں ہوا خارج ہو جائے تو وہ ساری عمر کسی کو منہ نہیں دکھا سکتا۔ کہتے ہیں کہ ایک پٹھان کی کسی مجلس میں ہوا خارج ہوگئی تو شرم کے مارے وہ کہیں چلا گیا اور ایک لمبے عرصہ تک گاؤں میں نہ آیا۔ دس بیس سال کے بعد جب اُسے گھر جانے کا خیال پیدا ہوا تو وہ اپنے گاؤں گیا۔ اُس نے یہ سمجھ لیا تھا کہ وہ ایک لمبے عرصے تک گاؤں سے باہر رہا ہے اِس لیے گاؤں والے وہ بات بھُول گئے ہوں گے۔ وہ گاؤں گیا اور اپنے گھر کی دیوار کے ساتھ کان لگا کر کھڑا ہوگیا تا وہ باتیں سُن سکے جو اندر ہو رہی ہیں۔ اِتنے میں اُس کے بچے نے کوئی بات کی جس پر اُس کی اماں نے کہا چل دیّوث کہیں کے۔ تُو اُسی کا ہی بچہ ہے جس کی مجلس میں ہوا خارج ہوگئی تھی۔ یہ بات سن کر وہ واپس چلا آیا اور اندر جانے کی جرأت نہ کی کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ اب وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا۔ غرض بزدلی دکھانے کے لیے بھی کافی ہمت کی ضرورت ہوتی ہے۔ حقیقت میں بزدل دلیر ہوتا ہے

اور بزدل بہادری کے ہی غلط استعمال کا نام ہے۔ایک بزدل آدمی اپنی قوم کے خلاف جرأت کرتا ہے، اپنی عزت وآبرواور نیک نامی کی کوئی پروانہیں کرتا۔اپنی ساری قوم کے ہوتے ہوئے بھاگنے کی کوشش کرتا ہے۔پس جب بُزدل بھی بہادر ہوتا ہے تو بہادر تو خود بہادر ہوتا ہے۔اگراُسے ٹریننگ دی جائے اور اِس طرح ٹریننگ دی جائے کہ وہ دوسرے کو بھی ٹرینڈ کر سکے تو یہ قوم کے لیے بہت مفید ہوگا۔اب تو ہندوستان میں بھی بندوقیں بننے لگ گئی ہیں اور ایک نالی والی بندوق سَو سَوا سَو تک مل جاتی ہے۔ اکثر زمیندار بڑے شوق سے گھوڑیاں رکھتے ہیں۔اِسی طرح اگر وہ کوشش کریں تو بندوق بھی خرید سکتے ہیں۔مَیں تو سمجھتا ہوں کہ اگر اُنہیں ٹریننگ دی جائے تو اُنہیں بندوق رکھنے کی خواہش بھی پیدا ہوجائے گی۔افسرانِ متعلقہ سے تعلق پیدا کر کے لائسنس بنوائے جائیں۔سرحدی علاقوں کے لیے تو رائفلوں کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔اِس لیے سٹیٹوں کے افسروں کو چاہیے کہ وہ رائفلیں خریدیں۔ رائفل ہندوستان میں ہزار بارہ سَو کی آجاتی ہے اور اگر باہر سے منگوائی جائے تو اِس پر چار پانچ سو سے زیادہ خرچ نہیں آتا۔اِس زمین سے ہمیں پہلے بھی کچھ پلّے نہیں پڑتا۔ہر سال یہی کہہ دیا جاتا ہے کہ اب معاف کر دو آئندہ کام اچھا ہوگا۔اس کے سوا اَور کچھ نہیں ہوتا۔تحریک کی زمین پر 18 لاکھ سے زیادہ خرچ آچکا ہے لیکن حرام ہے کہ ایک پیسہ بھی تحریک کو حاصل ہوا ہو۔میرا بھی یہی حال ہے۔اب اگر رائفلیں اور بندوقیں خریدنے پر کچھ مزید خرچ کرلیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔اگر اسلام کی عظمت قائم ہو جائے ، احمدیت کی عظمت قائم ہو جائے ،تمہاری جانیں بچ جائیں اور تمہاری آبروئیں اور عزتیں بچ جائیں تو یہ خرچ اس کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔اگر کوشش کی جائے تو یہ کام ہوسکتا ہے مگر جماعت نے اِس طرف کوئی توجہ نہیں دی اور اِس میں بہت سُستی برتی ہے۔فی سٹیٹ اگر دو یا دو سے زیادہ رائفلیں ہوجائیں تو پندرہ بیس رائفلیں ہوجاتی ہیں اور پھر ایک حد تک دشمن کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔پندرہ بیس رائفلوں کے ساتھ تین چار سَو کا لشکر بڑی آسانی کے ساتھ روکا جاسکتا ہے۔پھر مومن اگر حقیقی مومن ہوتو دوسرے کی رائفل بھی چھین سکتا ہے۔کشمیریوں کو ہی دیکھ لو اُن کے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا جو کچھ بھی اُن کے پاس ہے اُنہوں نے دشمن سے ہی چھین کرلیا ہے۔

مجھے ایک واقعہ یاد ہے کہ ایک جگہ پر کشمیریوں کی دشمن سے لڑائی ہوگئی۔دشمن پانچ رائفلیں چھوڑ کر بھاگ گیا اور وہ رائفلیں کشمیریوں کے ہاتھ آئیں۔اِسی طرح کسی جگہ سے پانچ رائفلیں

ہاتھ آئیں اور کسی جگہ سے دس دس، بیس بیس رائفلیں اُن کے ہاتھ آئیں اور کئی جگہوں پر تو اُنہوں نے اِس سے بھی زیادہ ہتھیار دشمن سے چِھین لیے۔ کئی توپیں، مشین گنیں اور سٹین گنیں اُن کے ہاتھ آئیں اور پھر آہستہ آہستہ خاص فوج ان کی تیار ہوگئی۔ پس اگر پندرہ بیس رائفلیں مہیا کر لی جائیں تو ضرورت کے وقت اپنی طاقت کو بڑھایا جا سکتا ہے۔ اگر سب لوگ ٹریننگ حاصل کر لیں اور منظّم ہو جائیں تو دشمن اِس طرف منہ بھی نہیں کرے گا اور اگر اُس نے حملہ کیا تو وہ منہ کی کھائے گا۔

سکھوں نے جب قتل و غارت شروع کیا اُس وقت بھی ہم شور مچاتے رہے اور لوگوں کو جگاتے رہے لیکن وہ باوجود جگانے کے سوئے رہے۔ مسلمان یہ سمجھتے رہے کہ اگر سکھوں نے اُن پر حملہ کر دیا تو وہ نعرۂ تکبیر بلند کریں گے اور دشمن بھاگ جائے گا یا حکومت اُن کی مدد کرے گی۔ مگر یہ نعرہ ہائے تکبیر اُلٹے اُن پر ہی آ پڑے اور حکومت نے بھی اُن سے آنکھیں پھیر لیں۔ سکھوں کے پاس رائفلیں تھیں اور مسلمانوں کے پاس صرف نعرہ ہائے تکبیر۔ مگر نعرہ ہائے تکبیر بھی اُس وقت تک فائدہ نہیں پہنچا سکتے جب تک کوئی عملی صورت اختیار نہ کی جائے۔

حالات خراب سے خراب تر ہو رہے ہیں اور خطرات بڑھ رہے ہیں۔ گزشتہ دنوں میں یہ افواہ عام مشہور تھی کہ 15 جون کو دونوں ملکوں میں لڑائی ہو جائے گی۔ اصل میں دونوں ملکوں کے حالات بہت زیادہ بگڑ گئے ہیں۔ کشمیر کا معاملہ جُوں جُوں لمبا ہوتا جاتا ہے لوگوں میں جوش بڑھتا جاتا ہے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ کشمیر کا بدلہ ہم ان علاقوں سے لیں گے۔ پس لڑائی جتنی لمبی ہوگی اُتنا ہی لوگوں میں ایک دوسرے کے خلاف جوش پیدا ہوگا۔ ممکن ہے کہ عوام اپنے آپ سے باہر ہو کر کسی جگہ پر ہلّہ بول دیں اور یہ بھی پتہ نہیں کہ وہ کونسی جگہ پر ہلّہ بولیں۔ مثلاً جودھپور کو ہی لے لو۔ اگر جودھپور کی حکومت یہ کہہ دے کہ ہم اب کوئی بندوبست نہیں کر سکتے، ہم دشمن کو زیادہ دیر تک نہیں روک سکتے تو تم کیا کر سکتے ہو۔ دشمن کی فوجیں بھی عوام کے ساتھ مل کر کام کرنے لگ جائیں گی بڑوں کی کون پروا کرتا ہے۔ وہ بے شک اعلان پر اعلان کرتے رہیں مگر اُن کی سُنتا کون ہے۔ پنڈت جواہر لال نہرو صاحب بے شک کہتے رہیں کہ ایسا مت کرو، دوسرے لیڈر بے شک شور مچاتے رہیں، گاندھی جی کی سکیم کو بے شک اُن کے سامنے رکھا جائے وہ اِس کی بھی پروا نہیں کریں گے۔ پچھلے فسادات میں عموماً لوگ یہی سمجھتے تھے کہ ہم گاندھی جی کے ساتھ نہیں ہم تو اپنی قوم کے ساتھ ہیں۔ قوم جو کہے گی وہی ہم کریں گے۔ گاندھی جی کی بات ہم

ماننے کے لیے تیار نہیں۔غرض عوام اور چھوٹے حکام کے درمیان خواہ کتنا ہی اختلاف کیوں نہ ہو وہ ایسے وقت میں بالکل متحد ہو جائیں گے اور اسے اپنے اوپر ایک قومی فرض سمجھیں گے۔فوج عوام کے ساتھ مل جائے گی اور اِس بات کی پروا نہیں کرے گی کہ پنڈت جواہر لال صاحب نہرو یا دوسرے لیڈر اُنہیں کیا حکم دیتے ہیں۔لیڈروں کو تو بعد میں بھی منایا جا سکتا ہے۔مہاراجہ سے بعد میں بھی معافی مانگی جا سکتی ہے۔مگر قومی فرض کو پیچھے نہیں ڈالا جا سکتا۔

پس جہاں تک ہو سکے اِس علاقہ کے لوگوں کو بہت جلد تیار ہو جانا چاہیے۔ اِس علاقہ کی تو ریل بھی ہمارے قبضہ میں نہیں۔حکومت پاکستان نے ابھی اُسے نہیں خریدا۔ وہ جس وقت چاہیں اُسے روک سکتے ہیں۔ دشمن اگر اپنی فوجیں یہاں بھیجنا چاہے تو اُسے ہر قسم کی سہولتیں حاصل ہیں جو پاکستان کو حاصل نہیں۔دشمن کی فوجیں گاڑی کے ذریعہ یہاں آ سکتی ہیں۔مگر پاکستانی فوجوں کو حیدر آباد سے آگے پیدل چل کر آنا پڑے گا۔ پھر دشمن گاڑی سے اَور بھی زیادہ فائدہ اٹھا سکتا ہے۔دشمن کی فوجیں گاڑی میں بیٹھ کر اردگرد کے علاقہ پر فائر کر سکتی ہیں اور خود محفوظ رہ سکتی ہیں اور اردگرد کے علاقہ کو خالی کرا سکتی ہیں۔ پس یہاں کے لوگوں کو بہت جلد بیدار ہو جانا چاہیے اور فوجی ٹریننگ حاصل کرنی چاہیے۔تمہیں تو بیدار کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی تمہیں تو خود اِس بات کا احساس ہونا چاہیے تھا۔ تمہاری اپنی بیٹی اگر سکھوں کے ساتھ نہیں گئی تو تمہاری بھتیجی اور بھانجی سکھوں کے ساتھ گئی ہوگی یا تمہارے بھتیجے اور بھانجے کی بیٹی سکھوں کے ساتھ گئی ہوگی۔ اگر تمہارے خاندان کی کوئی لڑکی سکھوں کے ساتھ نہیں گئی تو تمہارے گاؤں کی کوئی لڑکی اُن کے ساتھ گئی ہوگی۔تمہارے ساتھ والے گاؤں کی لڑکیوں کو سکھ اُٹھا کر لے گئے ہوں گے۔غرض کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں کی لڑکیاں سکھ اُٹھا کر نہیں لے گئے۔ اِن حالات کو دیکھ کر ہر مسلمان کی غیرت کو جوش میں آجانا چاہیے تھا۔ اِن حالات کو دیکھ کر ہر مسلمان کو چاہیے تھا کہ وہ اپنے اوپر سپاہی بننا فرض کر لیتا اور اُس وقت تک دم نہ لیتا جب تک آئندہ کے لیے اپنے آپ کو اور اپنی قوم کو خطرہ سے محفوظ نہ کر لیتا۔مسلمانوں میں یہ احساس خود بخود پیدا ہو جانا چاہیے تھا۔مگر ہوا کیا؟ وہ دوسروں کے سمجھانے سے بھی نہیں سمجھے۔وہ تین تین، چار چار ایکڑ زمین پر تسلی پا گئے ہیں اور آپس میں لڑائیاں ہو رہی ہیں کہ فلاں شخص کو فلاں زمین کیوں مل گئی؟ وہ مجھے ملنی چاہیے تھی۔اُنہیں تو چاہیے تھا کہ وہ اپنی اور اپنی قوم کی عزت کی طرف زیادہ توجہ کرتے اور اپنا مقصدِ زندگی یہ

مقرر کرتے کہ وہ ظالم کو آئندہ ظلم نہیں کرنے دیں گے اور امن وانصاف کو دنیا میں قائم کریں گے۔ نہ یہ کہ تین تین، چار چار ایکڑ زمین پر تسلی پا جاتے یا اِدھر اُدھر سے سامان اکٹھا کرنے کی فکر میں لگے رہتے۔

ہماری جماعت تو کوئی معمولی جماعت نہیں۔ ہمارا دعوٰی ہے کہ ہماری جماعت زندہ اور بیدار جماعت ہے۔ اِسے ایسے احساسات سے بالا ہونا چاہیے۔ اگر ہم اب تک بیدار نہیں ہوئے تو وہ کونسی اَور چیز ہوگی جو آ کر ہمیں بیدار کرے گی۔ ہم نے دنیا کے دلوں کو فتح کرنا ہے تو بیداری سے فتح کرنا ہے۔ ہم نے دوسرے لوگوں میں عقل سے کام لینے کا احساس پیدا کرنا ہے، محنت اور قربانی کرنے کا احساس پیدا کرنا ہے اور جب ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تبھی ہم خدا کے فضلوں کے وارث ہوں گے اور تبھی ہم اُس کے فضل کو جذب کر سکیں گے"۔ (الفضل 28 جولائی 1948ء)